Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 02, **Issue** 02, July-December 2023, **PP**: 279-289
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

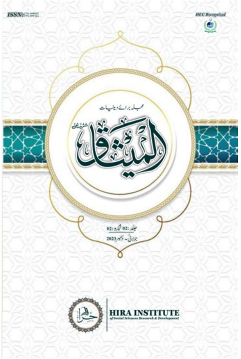

اخلاقیات کا قرآنی فلسفہ اور اس کے امتیازی پہلو

Qur'ānic Philosophy of Ethics and its Distinctive Aspects

1. **Ghulam Mujhtaba** gmujtaba801@gmail.com	*Doctoral Cadidate, Department of Usool ul Din, University of Karachi.*
2. **Dr Muhammad Atif Aslam Rao** dratifrao@uok.edu.pk	*Assistant Professor, Department of Islamic Learning, University of Karachi.*

How to Cite:	Ghulam Mujhtaba and Dr Muhammad Atif Aslam Rao. 2023: "Qur'ānic Philosophy of Ethics and its Distinctive Aspects". *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 2 (02):279-289.
Article History:	**Received**: 27-11-2023 | **Accepted**: 15-12-2023 | **Published**: 31-12-2023

Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

اخلاقیات کا قرآنی فلسفہ اور اس کے امتیازی پہلو

Qur'ānic Philosophy of Ethics and its Distinctive Aspects

1. **Ghulam Mujhtaba**
Doctoral Candidate, Department of Usool ul Din, University of Karachi.
gmujtaba801@gmail.com

2. **Dr Muhammad Atif Aslam Rao**
Assistant Professor, Department of Islamic Learning, University of Karachi.
dratifrao@uok.edu.pk

Abstract:

The *Holy Qur'ān* stands as a foundational reservoir of *Islāmic* jurisprudence, offering a comprehensive framework for the moral and societal advancement of humanity. Its divine revelation, originating from the Creator of the universe, establishes a reliable path to success for adherents. This research is related to the philosophy of ethics presented by the *Qur'ān* and its important aspects in which the distinguishing aspects of the concept of ethics of the *Qur'ān* have been reviewed in detail. This sacred text is thematically centered on "Man", elucidating a nuanced array of ethical principles essential for human conduct. In contrast to Western philosophical paradigms, which attribute moral precepts to the inherently limited and evolving human intellect, the *Holy Qur'ān* provides an enduring and unchanging foundation. While Western ethical theories grapple with the dynamism and progression of human knowledge, the *Qur'ān's* ethical discourse remains unwavering, delivering timeless guidance. This guidance not only adorns individuals with virtues but also contributes to their aesthetic refinement. The research concludes that the concept of ethics presented by the *Qur'an* is superior to all contemporary concepts in terms of its effectiveness and results.

Keywords: *Holy Qur'ān, Moral Advancement, Ethical Principles, Divine Revelation, Human Knowledge.*

تمہید

جدید اخلاقی تصورات فانی وناپائیدار ہیں کیونکہ ان کا ماخذ انسانی عقل وفکر ہے۔ ان کا مقصود ومطلوب صرف انسان کا مادی ارتقاء اور آسائشوں کا حصول ممکن بنانا ہے تاکہ انسان کے جذبات کی تسکین ہو اور وہ خوشی حاصل کر سکے۔ دوسری جانب قرآن مجید کا اخلاقی تصور ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں جملہ شعبہ ہائے حیات (معاشرتی، سیاسی، معاشی، عسکری، عدالتی) سے متعلق کامل رہنمائی موجود ہے۔ اخلاقیات کا قرآنی فلسفہ ایک حسین طرزِ معاشرت کا ضامن ہے جس کی عملی تصویر رسولِ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں موجود ہے۔ معاشرتی سطح پر تمام لوگوں کو حقوق کی فراہمی کی ضمانت اسلامی اخلاق کی بدولت ہی ممکن ہے کیونکہ اسلام کی نظر میں سب انسان برابر ہیں۔ کوئی گورا ہو یا کالا، عربی ہو یا عجمی، کسی فرد کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں۔ یہ اسلام کا اخلاقی نظام ہی ہے کہ جس میں حکمران قوم کے خادم کہلاتے ہیں۔ تاریخِ اسلامی ایسے واقعات سے مزّین ہے کہ معاشرہ کا ایک ادنیٰ فرد خلیفہ سے اس کے لباس کے بارے پوچھ سکتا ہے، اپنی حق تلفی کی شکایت خلیفہ کے خلاف درج کروا سکتا ہے، کوئی معاشرتی فرد اپنے منصب کا فائدہ اٹھا کر کسی پر ظلم نہیں کر سکتا، کسی کا مال غصب نہیں کر سکتا۔ اسلام میں کمزور افراد کو نسبتاً زیادہ حقوق حاصل ہیں۔ اگر کوئی شخص دنیا

میں سزا سے بچ گیا تو اس سے بروز قیامت باز پرس ہو گی یہی وجہ تھی کہ مسلم حکمران اللہ کے خوف سے کسی معاملہ میں غفلت کا مظاہرہ نہ کرتے۔ اگر کسی جگہ کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو اس کی تلافی کے لیے دنیوی زندگی میں ہر ممکنہ کوشش کرتے۔ زیرِ نظر مقالہ بھی اخلاقیات کے قرآنی فلسفہ کے امتیازی پہلوؤں کی تحقیق پر مشتمل ہے جس میں جدید اخلاقی تصورات کے اہم نکات اور قرآنی اخلاق کے امتیازی اوصاف کا احاطہ کیا گیا ہے۔

منہج مقالہ

زیرِ نظر مقالہ میں تجزیاتی و تقابلی منہج اختیار کرتے ہوئے اخلاقیات کے قرآنی تصور اوراس کے امتیازی اوصاف اور پہلو بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ معاصر اخلاقی تصورات اوراس کے اہم نکات بھی مقالہ کا حصہ ہیں تاکہ قرآنی تصور کی افادیت و آفاقیت مدلل و مبرہن طور پر سامنے آسکے۔ مقالہ کو تین مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے:

مبحث اول: **معاصر اخلاقی تصورات**

مبحث دوم: **جدید فلسفہ اخلاق کے اہم نکات**

مبحث سوم: **قرآنی اخلاقیات کے امتیازی اوصاف**

مذکورہ مباحث کے بعد آخر میں تحقیقی نتائج اور تجاویز و سفارشات بھی پیش کی گئی ہیں۔ چنانچہ آئندہ سطور میں مندرجہ بالا منہج کے مطابق مباحث پیش کی جاتی ہیں۔

معاصر اخلاقی تصورات

معاصر فلسفہ اخلاق کا مقصود انسان کا مادی ارتقاء ہے جس میں نفس کو جھکانا باعث عار سمجھا جاتا ہے۔ سولھویں صدی کے مشہور فلسفی تھامس ہابس کے مطابق کوئی بھی چیز مطلق خیر یا شر نہیں بلکہ خیر و شر اس کی نسبتی اور اضافی قدریں ہیں۔ تغیرِ زمان سے اس میں بھی تغیر و تبدل واقع ہوتا ہے بلکہ ہر انسان کے نزدیک اس کا معیار بھی بدلتا رہتا ہے۔[1] ماہر عمرانیات رابرٹ بریفالٹ کے مطابق اخلاقی فیصلوں میں ہمارا یقین واعتماد بری طرح متزلزل ہو چکا۔ کوئی "مطلق قطعیّت" قابل یقین تصور نہیں کی جاسکتی۔[2] جدید فلسفہ اخلاق کا دوسرا اہم رکن انسانیت پرستی ہے جس میں انسان بحیثیت آزاد فرد کائنات کی ہر اکائی، اصول و قواعد اور معاملات میں معیار حق ہے۔ مشہور مقولہ "Man is the measure of all things." اس نظریہ کی بنیاد ہے۔ کانٹ یورپ میں مذہبی اخلاق کا بڑا رہنماء سمجھا جاتا ہے وہ بھی انسان پرستی کی لہر سے محفوظ نہیں، ڈاکٹر نعیم احمد لکھتے ہیں:

> کانٹ کے نزدیک تمام لوگ فطری طور پر مسرت چاہتے ہیں لیکن حصولِ مسرت میں انہیں دوسروں کی مسرت کا بھی احساس رکھنا چاہیے۔[3]

معلوم ہوا کہ اخلاقیات کا معاصر فلسفہ سراسر انسانیت پرستی کے گرد گھومتا ہے۔ انسان ہی اس سلسلے میں معیارِ حق اور عقل تمام تر خیر و شر کا فیصلہ کرنے والی ہے۔

جدید فلسفہ اخلاق کے اہم نکات

اخلاقی نظریات کا جائزہ لینے سے یہ بات اظہر من الشمس پتہ چلتی ہے کہ جدید اخلاقی افکار کی بنیاد مذہب کی بجائے سیکولرازم سے ماخوذ افکار میں پیوست ہے۔ اعلیٰ اخلاق اقدار کو طے کرنے کے لیے مذہب کی ضرورت نہیں ایسا انسانی عقل کی بنیاد پر بھی کیا

جاسکتا ہے۔ اخلاق کے لیے درست اور غلط کا مذہبی پیمانہ استعمال کرنا صحیح نہیں۔ ان نظریات کے سبب جن لوگوں کی تربیت ہوئی ان کے مزاج سے درج ذیل رویے معاشرتی اقدار کی بربادی کا باعث بنتے ہیں:

انسانی عقل کی کاملیت

معاصر اخلاقی نظریات کے مطابق اخلاق کا اعلیٰ معیار انسان اپنی عقل و فکر سے طے کرتا ہے۔ اس میں مذہب کو بالکل عمل دخل نہیں۔ اگر مذہب کسی شے کی حرمت کا حکم دیتا ہے اور عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی تو مذہب کی بات پر عقل کو ترجیح ہوگی۔ لیکن اگر کوئی ایسی چیز جسے مذہب حلال کہتا ہے عقل کو اس کا استعمال درست محسوس ہو تو مذہب کی اس بات پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

مذہب بیزاری

اس رویہ کے مطابق مذہب کا انسان کی عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ مذہبی رسومات صرف معبد خانوں میں ادا کی جائیں، نظام حیات کے فیصلے اور معاملات کے لیے انسانی عقل کافی ہے۔ وہ اپنے معاملات سے متعلق بہترین فیصلہ سازی کے ذریعہ ترقی کے مدارج طے کرواسکتی ہے۔

مادیت پرستی اور حصولِ تسکین

دنیا آسائش کے حصول کی ایک دوڑ ہے جس کی طرف ہر شخص باقی سب چیزوں کو کسی حد تک نظر انداز کرکے یا یکسر پسِ پشت ڈال کر جانبِ منزل رواں دواں ہے۔ اسی لیے مغربی معاشرے میں ذاتی مفاد بنیادی اور باقی سب چیزیں ثانوی حیثیت کی حامل ہیں۔ یونانی فلسفے کے مطابق انسان کا مقصدِ اصلی حصولِ تسکین ہے کیونکہ یہ ایک ایسا مقصد ہے جو بذاتِ خود مکمل ہے۔ مثال کے طور پر دولت کا حصول انسان کے لیے ایک مقصد ہوسکتا ہے مگر یہ بذاتِ خود مکمل نہیں کیونکہ اس کا فائدہ اسی وقت ہے جب انسان اس سے کوئی چیز خرید کر استعمال کرے۔ گویا دولت بذاتِ خود ایک مکمل مقصد نہیں جبکہ خوشی کا حصول ایک خود مختار مقصد ہے اور پیسہ خوشی حاصل کرنے اور اچھی زندگی گزارنے کا ذریعہ ہے۔

اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ تمام رویے انسان کی مادی زندگی سے متعلق اور مذہب کی قید سے یکسر آزاد معلوم ہوتے ہیں۔ ان تمام میں روحانیت سراسر مفقود اور خالق سے تعلق بالکل کالعدم رہتا ہے۔ اسلام چونکہ انسان کی مادی و روحانی حیات کی ترقی اور بالیدگی کا ضامن ہے اس لیے اخلاقیات کے قرآنی فلسفہ میں یہ سقم نہیں پایا جاتا۔ آئندہ سطور میں قرآنی اخلاق کے امتیازی پہلو ذکر کیے جاتے ہیں۔

عقیدہ توحید: اخلاقیات کے قرآنی فلسفہ کی بنیاد

قرآنی اخلاق کی بنیاد توحید پر ہے جس کے مطابق اللہ عزوجل کی بادشاہی ہے، وہی معبود ہے، اسی کی رضا مقصود و مطلوب ہے، بخشش و عنایات اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اسی توحید کے مفہوم کو دل میں بسالینے کی بدولت انسان کا مقام بلند ہوا، عوام کو سلاطین و امراء کے مظالم سے نجات اور پاپائیت و برہمنیت کے مفاسد سے آزاد کیا گیا، حاکم و محکوم کے تعلقات کو حقیقی معنوں میں استوار کیا اور نگاہوں کا مرکز و محور فقط الہ واحد کو بنایا جو رب العالمین ہے۔ قرآن کریم نے اس وصف کو اپنانے کی تلقین یوں فرمائی:

اِیاكَ نَعْبُدُ وَاِیاكَ نَسْتَعِینُ۔[4]

ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

توحید کی اس بنیاد کی بدولت مسلم معاشرے میں ایک ایسی خوبصورت عمارت تعمیر ہوئی کہ جس کی اجتماعیت میں وحدت کا رنگ، نصب العین میں اتحاد، قانون سازی کے قواعد وضوابط میں ہم آہنگی، مقاصدِ عامہ میں اتفاق، معاشرتی نظام کی مجموعی ہیئت میں یکسانیت، نظامِ معیشت کے اصولوں میں یگانگت پائی جاتی ہے۔

معاشرتی اخلاق کا عالمگیر نظریہ

قرآنی اخلاق نظریاتی اعتبار سے پوری انسانیت پر حاوی ہے کیونکہ اس کا نظریہ آفاقی ہے۔ پیغام اور مشن کا انداز جدا ہے۔ اس نے نسل خاندان، معاشرہ اور وطن کا ایک مختلف تصور پیش کیا جو فقط اسلام کا ہی خاصہ ہے۔ قرآن مجید میں اس معاشرتی نظریے کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا:

يَاَيها النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا۔[5]

لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے چھوٹے بڑے قبیلے بنائے تاکہ تمہارا تعارف ہو۔

یہ قرآنی نظریہ کی آفاقیت کا فیض ہے کہ حبش سے بلال، فارس سے سلمان، روم سے صہیب اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہوئے اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو دنیا میں عام کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کیا۔

مسلّمہ قواعد وضوابط

عقلِ انسانی میں غلطی کا غالب امکان موجود ہے کیونکہ انسان کی عقل وفکر انتہائی قلیل جبکہ ارض وسماء اور اس کے عوامل لامتناہی ہیں۔ کائنات کی تخلیق میں ایسے راز پوشیدہ ہیں جن کی گرہ کشائی انسانی محدود عقل کے بس سے باہر ہے کیونکہ یہ سب چیزیں کائنات کے اس خالق کی تخلیق کردہ ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس نے انسانوں کو جو علم وآگہی عطا فرمائی وہ قلیل ہے لیکن جو کتاب ہدایت عطا فرمائی وہ مکمل ہے اس میں ہر خشک وتر کا بیان ہے۔ اسی لیے قرآنی اخلاق بھی کامل ہیں کیونکہ اسلامی اخلاق کے قواعد و ضوابط کی بنیاد وحیِ الٰہی پر ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے۔ اس پر قرآن مجید شاہد ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَه لَحٰفِظُوْنَ۔[6]

بیشک یہ ذکر ہم نے ہی نازل کیا اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

قرآن مجید میں اللہ کریم نے یہ اصول بھی بیان فرمایا کہ یہ ہدایات آفاقی وعالمگیری ہیں۔ منزّل من اللہ ہونے کی بنا پر ان میں کسی قسم کی تبدیلی کی گنجائش نہیں۔[7] یہی سبب ہے کہ اسلام کو ماننے والے جس جانب بھی گئے ان کے اخلاق وکردار سے متاثر ہو کر لوگوں نے اسلام کی دولت کو سمیٹا، اخروی نجات ان کا مقدر بنی اور دائمی عذاب سے عافیت نصیب ہوئی۔

صدق واخلاص

کسی معاملہ میں انسانی ظاہری وباطنی اوصاف کا ہمنوا ہونا صدق واخلاص کہلاتا ہے۔ صدق واخلاق قرآنی اخلاق کے امتیازی اوصاف میں سے ہے۔ قرآن ہمیشہ راست بازی کی تلقین کرتا ہے۔ صادق شخص ہر معاشرہ میں محبت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ صداقت معاشرتی حسن کا کلیدی کردار ہے۔ اللہ عزوجل نے مومنین کو سچے لوگوں کی معیت وصحبت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسلامی اخلاق کی ایک خوبصورتی یہ بھی ہے کہ اس نے حق وعدل پر مبنی ایک نظام ترتیب دیا جس میں دین، سیاست اور ریاست صفحہ واحد پر ہیں۔ سب کا مطمحِ نظر اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ ریاست کا امیر قوم کا خادم ہوتا ہے۔ ہر شعبہ کا ماہر اپنے شعبہ سے متعلق امور کی انجام دہی کرتا ہے لیکن قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ قرآن مجید میں اس عنوان سے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔[8]

مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

گویا کہ اسلام کی عمارت میں موجود تمام افراد قانون وشرع کی نظر میں برابر اور کسی کو استثنائی حیثیت حاصل نہیں۔ اعلائے کلمۃ اللہ کے حصول کی خاطر ہر شخص اپنے دائرہ کار میں کار فرما ہے۔ اس پورے عمل میں صدق واخلاص کلیدی اہمیت کے حامل ہیں اس لیے اخلاقیات کا قرآنی فلسفہ ہر ہر معاملے میں اس کی پر زور تلقین کرتا ہے۔

محبت ورواداری

قرآنی اخلاق کا مقصود معاشرتی حسن کو قائم رکھنا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام سب کے لیے سراسر محبت کا پیکر ہے۔ اسلام رواداری، امن و سلامتی اور احترامِ انسانیت کا دین ہے۔ اسلامی ضابطۂ حیات کے مطابق اسلامی معاشرے کا ہر فرد بلا تفریق مذہب و ملّت عزت و مساوات اور بنیادی انسانی حقوق کے حوالے سے یکساں حیثیت کا حامل ہے۔ اسلامی ریاست میں مملکت کے تمام باشندے خواہ وہ کسی بھی مذہب کے پیروکار ہوں، عقائد اور مذہبی معاملات میں پوری طرح آزاد ہیں۔ ان پر مذہبی معاملات میں کسی قسم کا کوئی جبر و زبردستی نہیں۔ اس حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔[9]

دین کے بارے میں کوئی زبردستی اور جبر نہیں۔

اسلامی اخلاقیات محبت، فیاضی، تعاون علی البرّ اور مساوات کا عملی مظہر ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آج دنیا میں مساوات، امدادِ باہمی، علمی جدوجہد اور نوع انسانی کے ساتھ ہمدردی کی جتنی تحریکیں ہیں وہ سب اسلام سے ہی مستعار لی گئی ہیں۔ قرآنِ مجید میں تخلیقِ انسانی کی وحدت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاۗءً۔[10]

لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑ بنایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مرد اور عورتوں کو پھیلا دیا۔

اسلام کی آفاقی تعلیمات نے حکومتی نظاموں کا ڈھانچہ بدلا اور دنیا کے اقتصادی نظام میں انقلاب برپا کر دیا۔ اسلام نے ایک ایسا مکمل نظامِ حیات پیش کیا جو مسلمانوں ہی کیلئے نہیں بلکہ ساری دنیا کیلئے رحمت ثابت ہوا۔ قرآن مجید میں رواداری، فراخدلی اور انسان دوستی کی جو تعلیمات دی گئی ہیں ان پر رسولِ اکرم ﷺ نے عمل کر کے دکھایا۔

شرف وتکریم

قرآنی اخلاق کا امتیازی وصف یہ بھی ہے کہ قرآنی تعلیمات میں انسان کو کائنات کی سب سے عظیم مخلوق قرار دیا ہے۔ جسمانی ساخت کے اعتبار سے بھی خوبصورتی انسان کا مقدر اور شرف تکریم بھی اسی کو ہی عطا فرمائی۔ دیگر مذاہب میں انسانیت کی تکریم کا اگر کوئی گوشہ باقی بھی ہے تو وہ فقط انسان کی ظاہری زندگی تک، جبکہ اسلام میں انسان کے شرف و تکریم میں موت کے بعد بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ اللہ عزوجل نے اس کائنات کی سب نعمتیں انسان کی بھلائی کے لیے بنائی اور انسان کو فقط عبودیت و محبت کے لیے پیدا فرمایا۔ قرآن کریم میں انسان کی کرامت وشرف کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کو دوسری مخلوقات کے مقابلے میں اعلیٰ

درجہ کی صلاحیتیں عطا کی گئیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی پیدائش، فطرت اور وجود کے اعتبار سے اشرف و اکرم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۔[11]

ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔

قرآن مجید کے مطابق اللہ نے انسان کو بہترین شکل و صورت عطا کی جبکہ موجودہ دور میں نظریہ ڈارون کے حامی فلاسفہ نے انسان کو درجہ انسانیت سے گرا کر اس کا شجرہ بندر سے ملا دیا۔ قرآن مجید نے انسان کو انسان ہی کی حیثیت سے پیدا کرنے کا ٹھوس ثبوت فراہم کیا ہے۔ قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں تکریم بنی آدم کے حوالے سے اس کو پاکیزہ روزی عطا کئے جانے اور بحر و بر میں سوار کیے جانے کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے کہ:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِيْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلا۔[12]

یہ تو ہماری عنایت ہے کہ بنی آدم کو بزرگی عطا کی اور انہیں خشکی و تری میں سوار کیا اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی کثیر مخلوقات پر نمایاں فضیلت بخشی۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت سے بالکل واضح ہے کہ انسان کے لیے کائنات کی بہت سی چیزوں کو مسخر کیا گیا ہے۔ خشکی میں سواری کے لیے حیوانوں کو تابع کیا تو سمندر میں سواری کے لیے کشتی اور جہاز بنانے کا ہنر عطا کیا گیا۔ مزید اس کو ہر طرح سے پاکیزہ، حلال اور لذیذ غذا فراہم کی اور ان مذکور اعتبارات سے اس کو دوسری بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی گئی۔ اس قدر شرف و تکریم کے بسبب اسلام میں ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا گیا۔ گویا جو شخص ناحق کسی کی جان لیتا ہے اس کا یہ عمل احترامِ انسانیت کے منافی ہونے کی بنا پر پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِيْ الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاس جَمِيْعاً وَمَنْ أَحْيَاہَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا۔[13]

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

اسلام میں خود کشی کی حرمت کا سبب بھی یہی ہے کہ اس سے خالق کی اس گراں قدر نعمت کی انتہائی درجہ بے قدری ہوتی ہے اس لیے خود اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی جان کو ہلاک کر لے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایسا جرم ہے جیسا کہ دوسرے فرد کو قتل کرنا۔ قرآن مجید میں خود کشی کی ممانعت سے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْماً۔[14]

اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقین جانو کہ اللہ تم پر مہربان ہے۔

انسانی جان کی حفاظت اور اس کے احترام کی مصلحت کی وجہ سے اسلام میں قتل کی سزا سخت ترین رکھی گئی ہے کہ جو کسی کو ناحق قتل کرے تو اس کو بھی بدلے میں قتل کر دیا جائے۔ بالفاظِ دیگر اس نے جس طرح انسانی جان کی حرمت پامال کی اب اسے جینے کا حق نہیں۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالأَنفَ بِالأَنفِ وَالأُذُنَ بِالأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ

وَالْجُرُوحَ قِصَاص۔[15]

ہم نے ان کے لیے مقرر کر دیا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کا برابر بدلہ ہے۔

قرآن مجید میں انسانی جان کی حرمت کا دائرہ محض جان تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ تمام انسانی اعضاء تک وسیع ہے۔ اگر کسی نے انسان کے کسی عضو کو بھی تلف کیا یا نقصان پہنچایا تو اس کے بقدر اس سے قصاص لیا جائے گا۔

طہارت و پاکیزگی

طہارت و نظافت اسلامی تعلیمات کا اہم جزو اور انسان کے لئے باعث زیب و زینت ہے۔ نظافت متمدن اور مہذب لوگوں کا شعار اور ترقی یافتہ زندہ دل اقوام کی پہچان ہے۔ نفاست اور پاکیزگی دل کو آسودگی و فرحت، ذہن کو تازگی و بالیدگی عطا کرتی اور قلب و دماغ کو معطر کرتی ہے۔ صفائی و ستھرائی کا اہتمام کرنے سے انسان کو انس و سرور اور دلجمعی و یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ یہ عمل ذہنی تشویش و پراگندگی سے حفاظت کا ذریعہ اور حفظان صحت میں معاون و مددگار ہے۔ اسلام میں طہارت کی دو قسمیں ہیں:

- **ظاہری طہارت**
- **باطنی و روحانی طہارت**

اسلام نہ صرف لوگوں کو ظاہری صفائی ستھرائی کی تعلیم دیتا ہے بلکہ ذہنی اور روحانی طہارت پر بھی زور دیتا ہے۔ صفائی کی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ۔[16]

اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

اسلام نے طہارت و پاکیزگی کی بڑی تاکید کی ہے۔ آپ ﷺ پر جب دوسری مرتبہ وحی نازل ہوئی تو نبوت کی بھاری ذمہ داریاں پورے کرنے کے لئے جہاں دیگر ہدایات دی گئیں وہیں ایک ہدایت یہ بھی دی گئی "وَ ثِیَابَکَ فَطَہِّرْ"[17] کہ آپ اپنے کپڑے کو پاک و صاف رکھیے۔ طہارت و پاکیزگی اللہ عزوجل کی نظر میں محبوب اور پسندیدہ ہے۔ قرآن میں ہے کہ:

فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَہَّرُوْا وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّہِّرِیْنَ ۔[18]

اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک رہتے ہیں اور اللہ بھی خوب پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس حقیقت سے قطعاً انکار ممکن نہیں کہ طہارت کا جو نظام اسلام نے متعارف کروایا وہ جدید ٹیکنالوجی کے دور میں بھی بے مثل ہے اور تا قیامت بے مثل رہے گا کیونکہ کہ خدائے واحد لم یزل اور خالقِ فطرت کا عطا فرمودہ ہے جس کا علم لا محدود ہے۔

جنگی اخلاقیات

میدان جنگ غیض و غضب، فساد و تخریب، قتل و غارتگری کے جذبات کی سب سے بڑی آماجگاہ ہوتا ہے۔ آغازِ تاریخ سے آج تک اگر دنیا کی غیر اسلامی جنگوں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ میدان جنگ میں متحارب گروہ کسی بھی اخلاقی ضابطے کے پابند نہیں ہوتے اور ہر ایک کا مقصد فریق مخالف کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کرنا ہوتا ہے خواہ اس کے لئے کتنی ہی بربریت کا مظاہرہ کیوں نہ کرنا پڑے۔ جنگ و قتال کے باب میں اسلام کا مقصد دنیا کے سامنے اسلامی جہاد کی ان اعلیٰ ترین اخلاقی قدروں کو پیش کرنا ہے جن کی بدولت حالتِ جنگ میں بھی انسان جذبات سے مغلوب نہ ہو، ان کے سامنے وہ عظیم نصب العین ہو

جس کے لئے انہوں نے جنگ کی ناگزیر راہ اختیار کی۔ اسلام میدان جنگ میں جانے سے پہلے مجاہدین کا یہ مزاج بنادیتا ہے کہ ان سے ظلم سرزد ہی نہ ہوسکے خواہ وہ کتنے ہی غصہ کی حالت میں کیوں نہ ہوں۔ وہ انہیں ہدایت کرتا ہے کہ حالتِ غیض وغضب میں بھی انسانی حقوق کا لحاظ رکھیں۔ اسلام ان کے ذہن میں راسخ کردیتا ہے کہ رحم وکرم اور عفو ودرگزر ہی انسان کو خدا کے قریب کرسکتے ہیں۔ ایک مومن میدان جنگ میں بھی رضائے الٰہی کی تلاش میں نکلتا ہے لہذا کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاسکتا جو اللہ کی ناراضی کا موجب ہو۔ چونکہ اسلام کی اساس رحمت ومحبت پر رکھی گئی ہے اس لئے اسلام جنگ کی اجازت تب دیتا ہے جب اصلاح اور مظلوم کی دادرسی کے لئے اور کوئی صورت باقی نہ بچے۔ چنانچہ قرآن میں جہاد کے مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد ہے کہ:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ۔[19]

اگر اللہ بعض کے ظلم کو بعض کے ذریعہ دور نہ فرماتا تو زمین پر فساد برپا ہوجاتا لیکن اللہ تمام عالم پر بہت زیادہ فضل فرمانے والا ہے۔

میدان جنگ میں باطل قوتوں کی سرکوبی اور ظلم کا استیصال مظلوم دنیا کیلئے اللہ کا فضل ہے۔ اسلام کی اخلاقی ہدایات کو نظر انداز کرکے جنگ کا ابتدائی نقطہ اگرچہ مظلوم کی دادرسی ہوتا ہم فتح کے بعد فاتحین کی جانب سے قوی امکان ہے کہ وہ مغلوبین پر ظلم وستم کا پہاڑ توڑ ڈالیں۔ اس سے ظلم وجبر کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوسکتا ہے۔ جبکہ اسلامی تعلیمات اس امر کی شدت سے نفی کرتی ہیں۔ قرآن مجید میں تاکید ہے کہ حالت جنگ میں بھی عدل وانصاف کو برقرار رکھا جائے۔ ارشاد ہے کہ:

وَ لَا تَعْتَدُوْااِنَّ اللّٰہ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔[20]

حد سے نہ گزرو بے شک اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ:

وَلَا یجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔[21]

کسی قوم کی دشمنی تم کو عدل سے دور نہ کرے۔ تم انصاف کرو اس لئے کہ انصاف تقویٰ سے قریب ہے۔

فوج کی پیش قدمی کے وقت فصلوں کو خراب کرنا، کھیتوں کو تباہ کرنا، بستیوں میں قتلِ عام، آتش زنی کرنا وغیرہ جنگجوؤں کے ہاں عام ہے۔ اسلام اسے فساد سے تعبیر کرتا اور کلی طور پر ممنوع قرار دیتا ہے:

وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیفْسِدَ فِیھَا وَ یھْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ وَ اللّٰہ لَا یحِبُّ الْفَسَادَ۔[22]

جب وہ حاکم بنتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور فصلوں اور نسلوں کو برباد کرے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

قرآن مجید میں مجاہدین کو حکم ہے کہ فساد فی الارض کے خاتمے کے بعد جب مخالف قوتیں سلامتی کے لئے جھک جائیں پھر قتال کو باقی رکھنا جائز نہیں۔[23] اسلام مجاہدین میں یہ داعیہ پیدا کرتا ہے کہ وہ میدان جنگ میں ہر کام خالصتاً لوجہ اللہ اور جملہ عبادات کی طرح جہاد کو بھی ہر طرح کے غیر اسلامی جذبات کی آمیزش سے پاک رکھیں۔ جنگ میں بھی ان کا دل خشیتِ الٰہی سے ایک لمحہ کے لئے خالی نہ ہو۔ جنگ انسانوں کے نہیں بلکہ باطل ماحول اور اس باطل نظام کے خلاف کریں جس کو لوگوں نے قبول کرلیا ہے۔

اخلاقی جدوجہد کا نتیجہ

مسلمان کی زندگی کا مقصود اللہ کی رضا ہے۔ اس کے اقوال واعمال اسی مقصد کے حصول میں سرانجام پاتے ہیں۔ انسان کے

پاس اخلاقی رہنمائی کے لیے ایسا ذخیرہ موجود ہے جو اقوام عالم کے لیے تاقیامت ہدایت کا ضامن ہے۔ قرآن مقدس کی اخلاقی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر بندہ مومن مقصود و مطلوب یقینی طور پر پالیتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

يَاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ[24]

اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی پس تو میرے (کامل) بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

مومنین کے مقصودِ حیات کو اللہ نے قرآن مقدس میں یوں بیان فرمایا:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُالْعَظِيْمُ۔[25]

اور اللہ کی رضا اور خوشنودی ہی سب سے بڑی نعمت ہے اور یہی زبردست کامیابی ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآن کے اخلاقی فلسفہ کی پیروی کے نتیجہ میں انسانی زندگی کا مقصود رضائے الٰہی یقینی طور پر انسان کا مقدر بن جاتا ہے۔ یوں انسان سکونِ قلب اور طمانیت کے گوہر نایاب کو پالیتا ہے۔ یہ وہ مادی و روحانی ارتقاء کا ضامن فلسفہ حیات ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے دیگر تصورات عاری ہیں۔

حاصل و نتائج بحث

زیرِ نظر مقالہ سے ماخوذ نتائج ذیل میں نمبروار پیش کیے جاتے ہیں:

- اخلاقیات کا معاصر فلسفہ عقل کی کاملیت اور محض مادی ترقی و تسکین کے گرد گھومتا ہے جس میں روحانیت یکسر مفقود ہے۔
- اسلامی اخلاق کا بنیادی ماخذ قرآن مجید ہے۔ وحی کی رہنمائی کی بدولت ایک ایسا جامع مانع اخلاقی نظام امت کو فراہم کیا گیا ہے جو انسان کی مادی اور روحانی ترقی کا ضامن ہے۔ اس میں انفرادی و اجتماعی زندگی کو محیط اور مادی و روحانی ترقی کی ضامن ہدایات موجود ہیں۔
- قرآنی اخلاق کا مقصود و مطلوب اللہ کی رضا ہے۔ انسانیت کو قول و فعل میں اس مقصد کو پیشِ نظر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔
- رضائے الٰہی کے حصول کے طرق میں انسانی ہمدردی سرفہرست ہے۔
- انسان کے پاس اخلاقی رہنمائی کے لیے ایسا ذخیرہ موجود ہے جو اقوام عالم کے لیے تاقیامت ہدایت کا ضامن ہے۔ قرآن مقدس کی اخلاقی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر بندہ مومن مقصود و مطلوب یقینی طور پر پالیتا ہے۔

تجاویز و سفارشات

- قرآنی اخلاقیات سے آگہی کے لیے عملی اقدامات کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس کے لیے اخلاقیات پر مبنی لٹریچر نصاب میں شامل کیا جانا چاہیے۔ موضوع پر کانفرنسز اور سیمینارز کا انعقاد کروایا جائے تاکہ عوام الناس تک یہ تعلیمات پہنچ سکیں۔
- مسلم دانشور و مفکرین کا مغربی اخلاقیات کی تعریف سے پہلے بیدار مغزی سے مطالعہ کرنا تاکہ مغربی اخلاق کی حقیقت آشکار ہو۔
- قرآنی اخلاقیات کا روشن چہرہ اقوام عالم کے سامنے نمایاں کرنے کے لیے جدید مواصلاتی ذرائع کا استعمال کیا جائے۔

حواشی وحوالہ جات

1 اصلاحی، امین احسن، **فلسفے کے بنیادی مسائل قرآن وسنت کی روشنی میں**، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 2013ء)، ص105۔

2 رابرٹ بریفالٹ، **تشکیل انسانیت**، مترجم: عبد المجید سالک، (لاہور: مجلس ترقی ادب، 1994ء)، ص352۔

3 نعیم احمد، ڈاکٹر، **تاریخ فلسفہ جدید**، (لاہور: علمی کتب خانہ، 1983ء)، ص207۔

4 سورۃالفاتحۃ1:4۔

5 سورۃالحجرات49:13۔

6 سورۃالحجر15:9۔

7 سورۃیونس10:64۔

8 سورۃالبقرۃ2:208۔

9 سورۃالبقرۃ2:256۔

10 سورۃالنساء4:1۔

11 سورۃالتین95:4۔

12 سورۃالاسراء17:70 ۔

13 سورۃالمائدۃ5:32۔

14 سورۃالنساء4:29۔

15 سورۃالمائدۃ 5:45۔

16 سورۃالبقرۃ2:222۔

17 سورۃالمدثر74:4۔

18 سورۃالتوبۃ9:108۔

19 سورۃالبقرۃ2:251۔

20 سورۃالبقرۃ2:190۔

21 سورۃالمائدۃ5:8۔

22 سورۃالبقرۃ2:205۔

23 سورۃالانفال8:61۔

24 سورۃالفجر89:30-27۔

25 سورۃالتوبۃ9:72۔